جناب ڈاکٹر محمد حسین مشائخ فریدنی

شیخ الرئیس بو علی سینا

اگر اقوام عالم پر نظر ڈالی جائے اور ان کی ترقی و انحطاط کے اسباب اور بقا و فنا کے موجبات پر توجہ کے ساتھ غور و خوض کیا جائے تو یہ بات بخوبی روشن ہو جاتی ہے کہ ہمیشہ وہی قوم ہوشمندی و ترقی کی راہ پر گامزن اور زندہ رہی ہے جس کو بڑے بڑے مفکر اور علما و دانشمند میسر آئے ہوں، جنھوں نے اپنے علم و دانش کی روشنی سے اپنے ماحول کو روشن کیا ہو اور اپنے گہربار قلم سے علمی تالیفات و تصنیفات یا منظوم و منثور ادبی آثار کی شکل میں اپنی قوم کی لیاقت و شرافت کی سند ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحہ روزگار پر یادگار چھوڑی ہو۔

دراصل یہی گروہ اپنی قوم کی معنوی ثروت اور حقیقی قدر و منزلت کا مخزن ہوتا ہے۔ اور یہ ثروت اور قدر و منزلت غیر فانی ہوتی ہے۔ اس میں ظاہری جاہ و جلال اور زور و زر کی طرح باد حوادث کے تیز جھونکوں اور زمانے کی گردشوں سے کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔ ایران کے لوگ بھی ایک ایسی ہی برتر قوم ہیں اور ان کی دو ہزار چھ سو برس کی مرتب و مدون تاریخ اس کی شاہد ہے

اسلام سے پہلے بھی ایرانیوں کی حکمت و معرفت کا "دستا ئجیبا" کا نام موجود تھا اور اس زمین میں علم و ہنر کا عالیشان قصر اس طرح استوار تھا کہ اس کے شکوہ اور عظمت کے آگے دنیا والے تعظیم و احترام سے سر جھکاتے تھے اور اس دیرینہ مملکت کو تمدن و فلسفہ اور علم و ادب کی تاریخ کا مبدا سمجھتے تھے۔ اسلام کے بعد جب ایرانی اسلام کے رنگ میں رنگے اور شریعت محمدیہ پہ گرویدہ ہوئے تو خود اسلامی ثقافت کے مشعل بردار بن گئے اور لغت، صرف و نحو، تفسیر، علوم حدیث و فقہ، اصول یا علوم عقلی مثلاً کلام و منطق و فلسفہ و طبیعیات و ریاضی و ہیئت و طب جیسے مختلف اسلامی علوم و فنون میں جو مسلمانوں کے فخر و مباہات کا موجب ہیں اور اسلامی ثقافت یا بعض لوگوں کے قول کے مطابق عربی ثقافت کے نام سے موسوم ہیں، اپنی فکری برتری اور معنوی ترقی بخوبی ظاہر کر دی۔ ایران سے ایسے

ایسے دانش مند اُٹھے جنھوں نے اہلِ جہاں کے فکر و عقل کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس درجے کے شعرا اور مصنفین پیدا ہوئے جنھوں نے کلام کی لطافت و روانی اور نزاکتِ تعبیر اور لطف و حلاوت کو اعجاز کی حد تک پہنچا دیا۔

ایران کے آسمانِ دانش پر جو اعلیٰ درجے کے ستارے جگمگا چکے ہیں ان میں سے ایک حجۃ الحق شیخ الرئیس ابوعلی حسین بن عبد اللہ بن حسن علی بن سینا ہیں جو ابن سینا یا ابوعلی سینا کے نام سے مشہور ہیں اس مقالے میں اسی بزرگ ہستی کے بعض حالات اور علمی آثار محترم قارئین کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

تاریخ ولادت اور لڑکپن

شیخ کے اجداد غالباً محکمہ دیوانی کے عہدہ دار تھے۔ ان کے والد عبد اللہ بلخ کے اکابر و معززین میں سے تھے جو منصور بن عبد الملک کے عہدِ سلطنت میں اس کے پایۂ تخت بخارا میں آئے اور اپنی کاروانی و لیاقت کی بدولت بادشاہ کی توجہ کے سزاوار ہوئے۔ اس کے کچھ دن بعد مقام خرمیش میں مامور ہوئے جو بخارا کے مضافات میں سے ہے۔ یہیں ایک قریب کے گاؤں افشنہ کی ایک عورت سے شادی کی جس کا نام ستارہ تھا۔ شیخ الرئیس انھیں ماں باپ سے ماہِ صفر ۳۷۰ھ میں اور بقول بعض ۳۷۳ھ میں خرمیش میں پیدا ہوئے اور ان کا نام حسین رکھا گیا

جب یہ پانچ برس کے ہوئے تو عبد اللہ کو سرکاری خدمات سے فراغت ہوگئی اور وہ بخارا واپس چلے گئے۔ جب انھوں نے بیٹے میں غیر معمولی سوجھ بوجھ دیکھی تو اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ مبذول کی۔ پہلے ایک ایسے معلم کے سپرد کیا جس نے پہلے قرآن خوانی اور اصولِ دین کی تعلیم دی پھر علمِ ادب کے اصول صرف و نحو، معانی اور بیان وغیرہ سکھائے۔ شیخ نے پانچ سال کی مدت میں ان تمام علوم میں عبور حاصل کر لیا۔ اس کے بعد محمود مساح کی خدمت میں حاضر ہوئے جو علوم ریاضی میں بڑے متبحر تھے اور بقالی کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے تھے۔ علمِ حساب اور جبر و مقابلہ سیکھا۔ پھر علومِ شرعی کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اپنے زمانے کے ایک مشہور فقیہ اسماعیل زاہد سے فقہ کی تعلیم پائی۔

اسی زمانے میں شیخ کے والد عبد اللہ نے ابو عبد اللہ ناتلی کو جو مشہور نجومی اور منطق کے فن میں ایک مانا ہوا استاد تھا، شیخ کی تعلیم و تدریس کے لیے بلایا اور شیخ نے ایک مختصر مدت میں منطق و ہندسہ اقلیدس اور ہندسۂ مجسطی کی تحصیل کر ڈالی۔ ابن سینا کی تیزیِ ذہن و قوتِ فہم کا یہ حال تھا کہ تھوڑے

ہی دنوں کے بعد ابو عبداللہ ناتلی ان کی تعلیم سے عاجز آگیا اور ان کے مشکل سوالات اور اعتراضات کے جواب سے عہدہ برآنہ ہوسکا۔ ناتلی کے گرگانج چلے جانے کے بعد شیخ بلا امدادِ استاد علوم طبیعی و فلسفہ کے مطالعہ میں خود مشغول ہوئے اور تھوڑی مدت کے بعد ان کی تحصیل سے بھی فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد طب کی تحصیل پر توجہ کی اور ابو منصور حسن بن نوح قمری کی خدمت میں اس فنِ شریف کے رموز سیکھے۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہ خود ایک طبیب حاذق ہو گئے اور بیماروں کا علاج معالجہ کرنے لگے۔ مشہور ہے کہ اس وقت شیخ کی عمر پورے سولہ سال بھی نہ تھی۔

اس مدت میں شیخ نے اپنے وقت کے تمام متداول علوم سے آگاہی پیدا کر لی تھی لیکن علم مابعد الطبیعیات کے بعض اسرار جس کو ماقبل الطبیعیات اور علم اعلیٰ و فلسفۂ ادنیٰ اور علم کلی بھی کہتے ہیں، پوری جدوجہد کے باوجود ان پر منکشف نہیں ہوتے تھے۔ ایک دن وہ بخارا کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک کتاب فروش نے ایک کتاب بڑے اصرار کے ساتھ تین درہم میں ان کے ہاتھ فروخت کی۔ جب شیخ اسے گھر لے گئے تو معلوم ہوا کہ ابو نصر فارابی کی تالیفات میں سے ہے اور علم فلسفہ اولیٰ اس کا موضوع ہے۔ وہ ایک گونہ ناامیدی کے ساتھ اس کے مطالعے میں مشغول ہو گئے لیکن پڑھا تو ظاہر ہوا کہ یہ کتاب اس علم میں ان کی تمام مشکلات کو حل کر دیتی ہے۔ اب تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس کے شکرانے میں اپنے اموال کی خاصی مقدار صدقہ کر دی۔ یہی وہ زمانہ ہے جبکہ شیخ تمام علوم میں تکمیل کر چکے تھے اور ان کی شہرت سب جگہ پھیل گئی تھی۔

اصل شہرت کا آغاز

اتفاقاً امیر نوح بن منصور سامانی کو ایک ایسا سخت مرض ہوا جس کے علاج سے اطبا عاجز رہ گئے چونکہ طبابت میں شیخ کی حذاقت کم عمر ہونے کے باوجود سب کے نزدیک مسلم تھی۔ اس لیے بادشاہ کے معالجہ کے لیے ان کو بلوایا گیا۔ شیخ نے تھوڑی ہی مدت میں بادشاہ کو اس خطرناک بیماری سے نجات دی اور اس کامیابی کے نتیجے میں بادشاہ کے یہاں بڑا تقرب پیدا کر لیا۔ بادشاہ نے شیخ کو بادشاہی کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت دے دی اور وہ کچھ مدت تک نفیس و نادر کتابوں کے مطالعے میں مشغول رہے۔ مگر سوءِ اتفاق سے ایک رات اس کتاب خانے میں آگ لگ گئی اور بہت سی کتابیں جل گئیں۔ دشمنوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے آتش زدگی کو شیخ سے منسوب کر کے بادشاہ کے کان

بھرے کہ شیخ یہ چاہتا ہے کہ متقدمین کی نادر کتابوں کو اڑالے اور اپنے نقل کیے ہوئے نسخوں سے کتابیں مرتب کرا کے ان کی تالیف و تصنیف کو اپنی طرف منسوب کرے۔ لیکن اس بہتان طرازی نے بادشاہ پر کوئی اثر نہ کیا اور شیخ کے احترام میں کوئی کمی نہ آئی۔ کچھ مدت کے بعد سامانیوں کی حکومت کمزور ہو گئی اور بخارا کشمکش اور ہرج و مرج میں مبتلا ہو گیا۔ ادھر شیخ کے باپ نے بھی وفات پائی۔ اس لیے شیخ نے مجبور ہو کر بخارا سے گرگانج کا سفر کیا۔

سفر و سیاحت

ابن سینا گرگانج میں جلد ہی مشہور ہو گئے۔ ابوالحسن سہلی وزیر مامون بن محمد خوارزم شاہ، اور خود خوارزم شاہ کے بیٹے کی توجہ کا مرکز بنے اور ان کے لیے گھر اور تنخواہ کا تعین ہوا۔ مگر زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ شیخ کو مجبوراً یہاں سے بھی سفر کرنا پڑا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس زمانے میں سلطان محمود غزنوی نے ایک بڑی سلطنت پیدا کر لی تھی۔ لوگوں نے سلطان کو خبر کر دی کہ خوارزم شاہ کے دربار میں مشہور فضلا جمع ہو گئے ہیں اور محمود کی یہ خواہش تھی کہ بڑے بڑے علما اس کے دربار میں رہیں نہ کسی اور کے دربار میں۔ بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ شیخ کو حاصل کر کے ستانا چاہتا تھا۔ سلطان محمود نے ابوالفضل حسن بن میکال کو جو اس کے اکابر امرا میں سے تھا، مامون بن محمد کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ جو علما تمہارے یہاں جمع ہو گئے ہیں، انھیں غزنین کے دربار میں منتقل کر دو۔ مامون نے حسن کے گرگانج آنے سے پہلے علما کو رازدارانہ انداز سے مطلع کر دیا اور انھیں اس کا اختیار دیا کہ چاہیں تو سلطان محمود کے پاس جائیں ورنہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ شیخ الرئیس نے جو سلطان محمود سے ڈرتے تھے ابوسہل مسیحی کی ہمراہی اختیار کی جو خود بڑے علما میں سے تھا اور قابوس وشمگیر کے دربار کو ترجیح دے کر خوارزم سے گرگان کا عزم کیا۔ ابوسہل راستے میں پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گیا لیکن شیخ سلامت رہے۔ ابیورد، نسا اور نیشاپور کو عبور کر کے شیخ گرگان پہنچے اور وہاں طبابت میں مشغول ہو گئے۔ قابوس کے مقربان بارگاہ میں سے ایک شخص کے علاج کے بعد شیخ کو اس دانش پرور بادشاہ کا تقرب حاصل ہوا۔ قابوس کی گرفتاری اور وفات کے بعد شیخ گرگان سے نکل کر سیدہ ملکہ، والدہ مجد الدولہ دیلمی کی خدمت میں پہنچے اور مجد الدولہ کے مرض قولنج کا علاج کیا۔ لیکن اسی زمانے میں رے پر محمود کی لشکر کشی کی خبر مشہور ہوئی اور شیخ مجبوراً قزوین کی راہ سے ہمدان چلے گئے اور

کہ بانو یہ کا تقرب حاصل کیا جو شمس الدولہ کے امرا میں سے تھا۔ اس کے بعد شمس الدولہ کے قولنج کا علاج کر کے اس کا قرب حاصل کیا اور اس کے خاص مصاحبوں میں شامل ہو گئے۔

وزارت

جب شمس الدولہ نے کردان شاہوں کے حکمران عناز سے شکست کھائی اور اس کے اختیار و دستگاہ میں فتور پیدا ہوا تو اس نے شیخ سے اپنی وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالنے کی خواہش کی۔ شیخ نے اس بات کو قبول کر لیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد لشکر کے لوگوں نے شورش برپا کی جنھیں بہت دن سے تنخواہ نہیں ملی تھی اور شیخ کے گھر پر حملہ کر کے ان کو شمس الدولہ کے پاس لائے اور اس سے کہا کہ شیخ کو قتل کر دیا جائے۔ شمس الدولہ شیخ کی بے گناہی سے واقف ہونے کے باوجود ان کو وزارت سے معزول کرنے پر مجبور ہوا۔ چند روز تک وہ اپنے ایک دوست ابو سعید دخدوک کے یہاں پوشیدہ رہے۔ یہاں تک کہ شمس الدولہ کا عارضہ قولنج عود کر آیا۔ لوگ شیخ کو بڑے احترام کے ساتھ شمس الدولہ کے پاس لے گئے انھوں نے علاج کیا اور پھر وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو گئے۔

تھوڑی مدت کے بعد شمس الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ سلطنت اس کے بیٹے تاج الدولہ کے ہاتھ آئی۔ مگر شیخ نے اس کا وزیر اعظم رہنا قبول نہ کیا اور خفیہ طور پر ابو جعفر علاء الدولہ کاکویہ کے امرا کو لکھا کہ وہ اپنی خدمت میں بلالے۔ یہ خبر تاج الدولہ کو پہنچی اور اس نے شیخ کو قلعہ بردان میں قید کر دیا جہاں انھوں نے چار ماہ قید کی حالت میں بسر کیے۔

اس درمیان میں علاء الدولہ نے تاج الدولہ کی تنبیہ کے ارادے سے ہمدان پر لشکر کشی کی اور اسے گرفتار کر کے قلعہ بردان میں مقید کر دیا۔ شیخ نے قید سے رہائی پائی۔ اس کے بعد تھوڑے دن ہمدان میں رہ کر موقع پایا تو اہل تصوف کے لباس میں اپنے چھوٹے بھائی محمود اور شاگرد ابو عبید اور دو غلاموں کے ساتھ ہمدان سے بھاگے اور اصفہان پہنچے۔

علاء الدولہ نے جب شیخ کے قلعہ طبرک میں آنے کی اطلاع پائی جو اصفہان کے قریب ہے تو معززین کی ایک جماعت کو شیخ کے استقبال کے لیے بھیجا۔ لوگ ان کو بڑے احترام کے ساتھ شہر میں لائے اور عبد اللہ بن بابی کے گھر میں ٹھہرایا جو مشہور لوگوں میں سے تھا۔ اس کے کچھ دن بعد شیخ کو وزارت کا منصب تفویض ہوا۔ شیخ ایک مدت تک علاء الدولہ کے وزیر رہے اور سفر و حضر میں برابر اس کے

ہمراہ رہے۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ درس اور مطالعہ سے کبھی باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ علاء الدولہ کے ساتھ ایک سفر کے دوران میں قولنج کی بیماری میں مبتلا ہو گئے جس کے علاج میں وہ خود ماہر تھے۔

بیماری اور موت

سفر میں علاء الدولہ کی تیزی و عجلت اور دواؤں کی تیاری میں غلاموں کی بے توجہی اور خیانت نے کچھ عرصہ بعد شیخ کو بالکل مریض و ناتوان بنا دیا۔ جب وہ ہمدان پہنچے تو بیماری میں اتنی شدت ہو گئی کہ علاج اور زندگی سے ہاتھ دھویا اور مجبور ہو کر موت کے لیے تیار ہو گئے۔ غسل کیا اور غلاموں کو آزاد کر کے جو کچھ پاس تھا خدا کی راہ میں صدقہ دیا اور عمر کے بقیہ چند دن عبادت، استغفار اور تلاوت کلام اللہ میں صرف کیے آخر کار جمعہ کے دن یکم رمضان ۴۲۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور شہر ہمدان میں مدفون ہوئے۔

کہتے ہیں سکرات کے وقت شیخ کی زبان پر یہ شعر جاری تھا

نموت و لیس لنا حاصل　　سوی علمنا انہ ما علم

ہم اس حال میں مرتے ہیں کہ ہمیں کچھ حاصل نہیں بجز اس علم کے کہ ہمیں کچھ معلوم نہ ہوا جس کا خلاصہ فارسی کے اس مصرعے میں درج ہے:

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

جو ترتیب اوپر بیان ہو چکی ہے اس کے لحاظ سے شیخ کی عمر ستاون سال تھی لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ ان کی عمر تریسٹھ سال سات ماہ تھی۔ وہ اپنے دعوے کے جو دلائل رکھتے ہیں۔ اس مختصر مقالے میں انھیں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

علمی و اخلاقی مراتب

شیخ الرئیس ابو علی سینا مراتب فضیلت کے علاوہ اخلاقی مراتب و فضائل میں بھی سر آمد زمانہ تھے۔ انھوں نے تواضع اور فروتنی کو ہر حال میں اپنا شعار بنایا اور خدمت خلق میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ غور و خوض کرتے رہتے اور مطالعہ کرنے میں کبھی دم نہ لیتے۔ دیوانی کے مشاغل اور گرفتاری کے دنوں میں بھی تصنیف و تدریس میں مشغول رہتے۔ وزارت کے زمانے میں ہمیشہ طلوع صبح صادق سے پہلے بیدار ہوتے اور کتابیں تصنیف کرنے میں مشغول ہو جاتے۔

فرائض سے فرصت پانے کے بعد کیا رئیس، بہمن یار، ابو منصور، مرزبلہ، عبدالواحد جرجانی، ابو عبداللہ

معصومی، ابوعبید جوزجانی اور سلیمان دمشقی جیسے شاگرد اور دوسرے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور ان کے حکیمانہ حقائق، طبی نکات اور دوسرے علوم سے فیضیاب ہوتے۔

یہی نہیں کہ شیخ حکمت وطبابت میں سرآمدِ معاصرین تھے۔ بلکہ عالم اسلام میں اب تک ان کی جیسی قدرتِ فکر اور دقتِ نظر کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ ان خوبیوں کے علاوہ وہ اپنے زمانے کے تمام علوم میں استادِ مسلّم تھے اور کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو معلم کا لقب دیا ہے یعنی اپنے عہد کے تمام علوم کا جامع شخص۔ دنیائے فلسفہ وطب نے شیخ کے وجودِ گرامی سے جو فوائد حاصل کیے ہیں اور ان کی جو معنوی و دنیوی قدر و قیمت ہے اس کی تفصیل ایک مختصر مضمون میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لیے تو جداگانہ مقالات کی ضرورت ہے۔

شیخ الرئیس کبھی کبھی عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے ان کی بعض فارسی غزلیں اور رباعیات باقی رہ گئی ہیں۔ عربی شاعری میں قصیدہ عینیہ ان کا شاہکار ہے جس کا مطلع یہ ہے:

هَبَطت الیك مِن المحلِّ الارفع ۔ ورقاء ذات تعزّزٍ و تمنّع

اس قصیدے میں شیخ نے نفسِ ناطقہ کے تجرد کا اور عقول نوریہ کے عالم سے اس کے نزول کا ذکر کیا ہے اور آخر میں استفسار کیا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس جوہر مجرد نے عالمِ طبیعت میں کمالات طے نہیں کیے بدن سے کس طرح جدا ہو کر عالمِ عقول کو واپس ہو جاتا ہے۔

ذیل کی رباعی ان کی فارسی شاعری کا نمونہ ہے:

تا بادۂ عشق در قدح ریختہ اند ۔ واندر پےِ عشق عاشق انگیختہ اند
با جان و رواں بوعلی مہر علی ۔ چوں شیر و شکر بہم آمیختہ اند

تالیفات

شیخ الرئیس کو بلا تردد و تامل دنیا کے زبردست باکمالوں میں شمار کیا جا سکتا ہے جنھوں نے اپنی ہوشمندی وطبّاعی اور قدرتِ فکر کی برکت سے طبابت اور علومِ عقلی میں انقلاب برپا کرنے کی توفیق پائی اور علم العلاج اور فلسفہ کو جو دنیا میں ناقص حالت میں پڑا ہوا تھا سر حد کمال کو پہنچایا۔

شیخ کی تالیفات و تالیفات کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے ان کے علمی آثار کی ایک مختصر فہرست مرتب کر کے قارئین کی معلومات کے لیے درج جاتی ہے۔

بخارا میں لکھی ہوئی کتابیں

شیخ نے عنفوان شباب میں بخارا میں جو کتابیں لکھی تھیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب مجموع۔ اس کتاب کو حکمت عروضیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اسے شیخ ابوالحسن عروضی کی درخواست پر تالیف کیا گیا تھا۔ یہ پہلی کتاب ہے جو حکمت کے موضوع پر تحریر کی تھی۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت شیخ کی عمر اکیس سال تھی۔

۲۔ کتاب حاصل و محصول۔ شیخ نے یہ کتاب شیخ ابوبکر برقی کے لیے اکیس جلدوں میں تالیف کی ہے۔

۳۔ کتاب البر والاثم۔ یہ کتاب بھی شیخ ابوبکر کی خواہش پر دو جلدوں میں لکھی ہے۔

۴۔ کتاب لغت سعیدیہ۔ اصطلاحات طبی سے متعلق ہے جو امیر سدید منصور بن نوح سامانی کے نام سے موسوم کرکے پانچ جلدوں میں تالیف کی گئی ہے۔

خوارزم میں لکھی ہوئی کتابیں

شیخ نے جو کتابیں خوارزم میں لکھی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رسالہ در الحان موسیقی بنام ابوسہل مسیحی۔

۲۔ رسالہ در علم درایت برائے ابوسہل مسیحی

۳۔ مقالہ در بیان قوائے طبیعیہ بنام ابوسعید سمالی

۴۔ قصیدۂ عربی در منطق بنام ابوالحسین مہلی وزیر

۵۔ کتابے در کیمیا و ہیئت صور فلکیہ بنام ابوالحسین مہلی

۶۔ کتاب تدارک۔ طبیب کی غلطیوں کے اقسام سے متعلق بنام ابوالحسین مہلی

۷۔ رسالہ در بیان نبض۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور بعض لوگوں نے اس کی تالیف ابوعلی مسکویہ سے منسوب کی ہے۔

جرجان میں لکھی ہوئی کتابیں

شیخ نے مندرجہ ذیل کتابیں جرجان میں لکھی تھیں۔

۱۔ کتاب اوسط جرجانی در منطق بنام شیخ ابومحمد شیرازی

۲۔ کتاب مبدأ و معاد در نفس بنام شیخ ابومحمد شیرازی

۴۔کتاب دار معاد کلیہ بنام شیخ ابو محمد شیرازی

رے میں لکھی ہوئی کتابیں

شیخ نے رے میں جو کتابیں لکھیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔کتاب معاد بنام مجدالدولہ دیلمی

۲۔رسالہ در خواص سکنجبین۔ اس کتاب کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہو چکا ہے

۳۔رسالہ انتخاب از کتب ارسطو در خواص حیوانات

ہمدان میں لکھی ہوئی کتابیں

شیخ کی ہمدان میں تصنیف کی ہوئی کتابیں یہ ہیں۔

۱۔کتاب شفا۔ حکمت سے متعلق یہ کتاب اٹھارہ جلدوں میں تالیف کی گئی ہے اور شیخ کی فلسفیانہ کتابوں میں سب سے بڑی ہے۔ یہ فلسفۂ اسلام کا شاہکار ہے۔ اس میں شیخ نے متقدمین و متاخرین کے خلاصے کے ساتھ اپنے ذاتی افکار بھی یکجا کر دیئے ہیں۔ اس بے نظیر کتاب کی تالیف میں صرف بیس[۲] ماہ کی مدت صرف ہوئی تھی۔

۲۔کتاب ہدایہ در حکمت

۳۔رسالہ در ادویۂ قلبیہ

۴۔کتاب اشارات

۵۔علاج قولنج

۶۔رسالہ در ارشاد۔ یہ رسالہ شیخ نے اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمود کے لیے لکھا تھا۔

۷۔رسالہ حی بن یقظان

۸۔کتاب قانون۔ یہ کتاب طب کی قاموس ہے اور اسلام میں جو طبی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب سے بڑی ہے۔ اس کتاب کو انیسویں صدی عیسوی تک مشرق و مغرب کے تمام بڑے اطبا کی سب سے بڑی درسی و اجتہادی کتاب ہونے کا فخر حاصل رہا ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ جرجان میں، ایک رے میں اور ایک حصہ ہمدان میں تصنیف کیا گیا تھا۔ کتاب قانون پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب اول کلیات، کتاب دوم ادویہ مفردہ، کتاب سوم ایسے امراض جزیہ جو سر سے پاؤں تک انسانی اعضا میں واقع ہوتے ہیں۔ کتاب چہارم ایسے امراض جزیہ جو غیر مخصوص اعضا میں لاحق ہوتے ہیں۔ اور کتاب پنجم ادویۂ مرکبہ کے بیان میں ہے۔

اصفہان میں لکھی ہوئی کتابیں

شیخ نے اصفہان میں بہ تعداد کثیر کتابیں تالیف کیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب انصاف۔ یہ بیس جلدوں میں ہے اور اس کتاب میں مشرق و مغرب کے فلاسفہ کے درمیان محاکمہ کیا گیا ہے۔

۲۔ کتاب لغتہ العرب۔ پانچ جلدوں میں۔ یہ کتاب کسی جنگ میں لٹ گئی اور اس کی نقل باقی نہ رہ سکی۔

۳۔ کتاب حکمت علائیہ۔ جو دانش نامہ کے نام سے موسوم ہے اور یہ کتاب فارسی زبان میں ہے علاالدولہ ابوجعفر کے لیے لکھی گئی ہے۔

۴۔ کتاب نجات۔ دو جلدوں میں

۵۔ کتاب علم قرأت و مخارج حروف

۶۔ رسالۃ الطیر

۷۔ کتاب حدود الطب

۸۔ مقالہ در قوائے طبیعیہ

۹۔ کتاب عیون الحکمہ۔ دس جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں حکمتِ الٰہیہ و طبیعیہ اور ریاضی پر بحث کی گئی ہے۔

۱۰۔ مقالہ در عکوس ذوات الخطب التوحیدیہ

۱۱۔ مقالہ در الٰہیات

۱۲۔ کتاب موجز کبیر۔ منطق سے متعلق ہے۔

۱۳۔ کتاب منطق نجات۔ جو موجز صغیر کے نام سے موسوم ہے۔

۱۴۔ مقالہ در تحصیل سعادت جس کو حجج عشریہ کہتے ہیں

۱۵۔ مقالہ در قضا و قدر

۱۶۔ مقالہ در خواص کاسنی

۱۷۔ مقالہ فی اشارات علم منطق

۱۸۔ مقالہ حکمت و علوم کی تعریف و تقسیم۔

۱۹۔ مقالہ نہروں اور پانیوں کا بیان

۲۰۔ تعالیق طبیہ جو ابو منصور کے لیے لکھی گئی

۲۱۔ مقالہ خط استوا کے خواص جو بہمن یار کے جواب میں لکھا گیا

۲۲۔ رسالہ ہجدہ (۱۸) مسئلہ۔ جو ابوریحان بیرونی کے جواب میں لکھا گیا۔

۲۳۔ مقالہ ہیئت ارضی جس میں زمین کی ہیئت کے علاوہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین ثقیل مطلق ہے

۲۴۔ کتاب حکمت المشرقیہ۔

۲۵۔ مقالہ مدخل صناعات موسیقی

۲۶۔ مقالہ در اجرام سماویہ

۲۷۔ کتاب در آلات رصد

۲۸۔ کتاب در رسال کبیہ و رسد

۲۹۔ مقالہ در عرض قاطیغوریاس

۳۰- رسالہ اضحویّہ درمعاد (آخرت کے ذکر میں)

۳۱- مقالہ در جسم طبیعی وتعلیمی

۳۲- کتاب حکمت عرشیہ

۳۳- مقالہ اس بیان میں کہ زید کا علم اور ہے عمرو کا علم اور-

۳۴- کتاب متعلق بہ لشکری انتظام واخذ خراج از ممالک

۳۵ مناظرات- جو شیخ اور ابوعلی نیشاپوری کے درمیان واقع ہوئے-

۳۶- کتاب در خطب، تہجدات واسجاع وقوافی

۳۷- مختصر اقلیدس

۳۸- مقالہ در ارثماطیقی

۳۹- قصائد عشرہ ودیگر اشعار زہد

۴۰- فارسی وعربی رسائل مخاطبات ومکاتبات

۴۱- حنین بن اسحاق کی کتاب پر تعلیقات

۴۲- کتاب معالجات جو قوانین کے نام سے موسوم ہے-

۴۳- رسالہ- چند مسئلہ طبیعیہ

۴۴- بیس مسئلوں کا جواب جو فضلائے عہد نے شیخ سے دریافت کیے تھے-

۴۵- مسائل اللہ اکبر کی تشریح-

۴۶- جواب مسائل ابوحامد

۴۷- علمائے بغداد کے مسائل کا جواب

۴۸- رسالہ در علم کلام

۴۹- کتاب نفس ارسطاطالیس کی شرح

۵۰- مقالہ در بیان نفس

۵۱- مقالہ در ابطال احکام نجوم

۵۲- کتاب المُلَح در علم نحو

۵۳- فصول الٰہیہ فی اثبات الاوّل

۵۴- فصول- در نفس وطبیعیات

۵۵- رسالہ در زہد جو ابوسعید ابوالخیر کے لیے لکھا گیا-

۵۶- مقالہ اس بیان میں کہ یہ بات جائز نہیں ہے کہ ایک شے جوہر بھی ہو اور عرض بھی-

۵۷- رسالہ ان واقعات کے بیان میں جو شیخ اور فضلائے عہد کے درمیان فنون وعلوم کے موضوع پر پیش آئے-

۵۸- مقالہ- خود اپنی تصنیفات کے ذکر میں شیخ نے اس مقالہ میں بیان کیا ہے کہ ہر کتاب کس شہر میں اور کس وقت تحریر وتصنیف کی گئی ہے-

۵۹- رسالہ ابوالحسن عامری کے چودہ مسائل کا جواب

۶۰- کتاب مفاتیح الخزائن در منطق

۶۱- رسالہ در جوہر وعرض

۶۲- کتاب خواب کی تاویل وتعبیر

۶۳- مقالہ ابوالفرج بن طیّب کے اقوال کی تردید

۶۴۔ رسالہ درعشق بنام ابوعبداللہ معصومی   ۶۵۔ رسالہ انسان کے قویٰ اور ادراکات

۶۶۔ مقالہ غم اور اس کے اسباب   ۶۷۔ رسالہ نہایت اور لانہایت۔

۶۸۔ کتاب حکمت بنام حسین مہلی

افسوس کا مقام ہے کہ شیخ کے تمام علمی آثار جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آج میسر نہیں ہیں اور بعض تو ایسے ہیں جن کے اب تک چھپنے کی بھی نوبت نہیں آئی اور وہ مختلف کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔

(ترجمہ)

طب العرب

ایڈورڈ جی براؤن ۔ ترجمہ: حکیم سید علی احمد نیر واسطی

فاضل مستشرق ایڈورڈ جی براؤن نے لندن کے رائل کالج آف فزیشنز میں ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء میں طب عربی پر چار فاضلانہ خطبات دیے جو بعد میں عریبین میڈیسن کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ پروفیسر براؤن نے اپنے ان چار خطبات کے ذریعے طبی ادب، عربی علم طب اور تاریخ علم طب پر بڑا احسان کیا ہے۔ یہ خطبات علمی دنیا میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے گئے اور یورپ کی کئی زبانوں میں ان کے ترجمے بھی شائع ہوئے۔

حکیم سید علی احمد نیر واسطی نے اس مجموعۂ خطبات کا انگریزی سے سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ کیا اور جابجا اپنی جانب سے مفید تشریحات اور علمی، فنی و تاریخی تنقیدات کا اضافہ کیا۔ اپنی تشریحات و تنقیدات میں فاضل مترجم نے نہایت قابلیت کے ساتھ جابجا پروفیسر براؤن کے بیانات کی محققانہ تشریح و توضیح کی ہے۔

صفحات: ۵۵۲   قیمت: ۱۵/- روپے

ملنے کا پتہ

اِدارۂ ثقافتِ اسلامیہ ۔ کلب روڈ، لاہور